شاہد حسین رزاقی

تاثرات

مقاصد و نظریات کے اختلاف نے دولِ عالم کو دو حصوں میں منقسم کر دیا ہے۔ جمہوری بلاک اور اشتراکی بلاک، اور جو ملک ان دو بلاکوں میں شامل نہیں وہ غیر جانبداری کا دعوےٰ کر کے حسبِ موقع دونوں بلاکوں سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ جمہوری بلاک کی قیادت امریکہ کے ہاتھ میں ہے اور جمہوریت، آزادی، امن اور سلامتی کے حامی ممالک اس کے حلیف ہیں۔ امریکہ کا بنیادی مقصد کمیونزم کے اثرات کو روکنا ہے اس لیے وہ اپنے حلیفوں کے علاوہ غیر جانبدار ملکوں کو بھی کثیر مقدار میں مالی امداد دیتا ہے تاکہ ان ملکوں کے حالات ایسے خراب نہ ہو جائیں جو کمیونزم کی اشاعت کے لیے ساز گار ہوتے ہیں۔ مالی امداد کی اس امریکی پالیسی سے بھارت نے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔ پاکستان امریکہ کا حلیف اور دفاعی تنظیموں کا رکن ہے اور بھارت غیر جانبدار ہے۔ لیکن امریکہ نے اقتصادی تعمیر و ترقی کے لیے بھارت کو پاکستان سے بہت زیادہ امداد دی ہے جس کو اس نے اپنی فوجی طاقت بڑھانے پر صرف کر کے پاکستان کی سلامتی کے لیے زبردست خطرہ پیدا کر دیا۔ اس مالی امداد کے علاوہ امریکہ کی نئی حکومت پر کچھ ایسے لوگ اثر انداز ہونے لگے جو عدم تشدد اور بقائے باہمی و جمہوریت کے متعلق گاندھی اور نہرو کے زبانی دعووں سے مرعوب ہو گئے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ ان کے قول و عمل میں ہمیشہ کس قدر تضاد رہا ہے اور ان غلط اثرات کا نتیجہ یہ نکلا کہ صدر کینیڈی کی حکومت بھارت کی طرف مائل ہونے لگی اور یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ فوجی امداد کے قانون میں تبدیلی کے بعد امریکہ بھارت کو بھی فوجی امداد دینے لگے گا کیونکہ بھارت چینی خطرے کا بڑے زور شور سے پروپیگنڈہ کر رہا ہے۔

اہلِ پاکستان میں پہلے ہی یہ خیال پیدا ہونے لگا تھا کہ امریکہ کو صرف اپنے مسائل اور اپنے مفاد سے دلچسپی ہے۔ وہ یہ تو چاہتا ہے کہ اس کے حلیف اس کی پوری حمایت کریں لیکن وہ خود اپنے حلیفوں کی توقعات

پوری نہیں کرتا۔ ان کو یہ شکایت تھی کہ امریکہ بھارت کو پاکستان سے بہت زیادہ مالی امداد دیتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ کشمیر کے بارے میں امریکہ کا طرزِ عمل اہلِ پاکستان کے لیے بہت مایوس کن رہا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ پاکستان کا اہم ترین مسئلہ ہے اور جب پاکستان امریکہ کا حلیف اور مددگار ہے تو وہ جائز طور پر یہ توقع بھی رکھتا ہے کہ امریکہ اپنے اثر سے کام لے اور مسئلہ کشمیر کو حل کرانے کی موثر تدبیریں اختیار کرے۔ پاکستان کے لیے یہی بات کچھ کم خطرناک نہ تھی کہ بھارت امریکہ کی مالی امداد کو اپنی جنگی قوت بڑھانے پر صرف کر رہا ہے اور جب اس کو فوجی امداد ملنے کا اندیشہ بھی پیدا ہوا تو پاکستان اپنی سلامتی کے لیے زبردست خطرہ محسوس کرنے لگا۔ چنانچہ یہ خیال عام ہونے لگا کہ جب امریکہ حلیف اور حریف میں امتیاز کو ختم کر رہا ہے تو پھر پاکستان اس کا حلیف بن کر امریکہ کے رقیبوں کی مخالفت کیوں مول لے اور غیر جانبدار رہ کر دونوں بلاکوں سے کیوں نہ فائدہ اٹھائے۔ چونکہ اس صورتِ حال سے پاکستان اور امریکہ کے تعلقات پر برا اثر پڑنے کا امکان تھا اس لیے صدر کینیڈی نے صدر ایوب کو بہت جلد امریکہ کا دورہ کرنے کی دعوت دی اور امریکہ کے نائب صدر جانسن کے الفاظ میں ۱۹۴۲ء میں مسٹر چرچل کے دورۂ امریکہ کے بعد صدر محمد ایوب خاں کا یہ دورہ سب سے زیادہ کامیاب رہا۔ صدر ایوب کے اس دورہ نے پاکستان اور امریکہ کے درمیان دوستی اور اتحاد کو مضبوط تر کر دیا۔ دونوں ملکوں کے سربراہوں اور اعلیٰ عہدہ داروں میں تفصیلی بات چیت ہو جانے کی وجہ سے ایک دوسرے کے مسائل اور نقطۂ نظر کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور وہ غلط فہمیاں اور شکایتیں دور ہو گئیں جو نئی امریکی حکومت کی پالیسی کے بارے میں پیدا ہو گئی تھیں۔ صدر پاکستان نے امریکہ کے صدر، امریکی حکومت، کانگریس کے ممبروں، پریس اور عوام سب کے سامنے بڑی صاف گوئی اور حقیقت پسندی سے کام لے کر نہایت مناسب اور موثر انداز میں تمام حقائق پیش کر کے یہ واضح کر دیا کہ پاکستان کو کن مسائل و مشکلات کا سامنا ہے اور ان کو حل کرنے کے لیے امریکہ کو کیا کرنا چاہیے۔ اور امریکہ پر اس کا خاطر خواہ اثر ہوا ہے۔

پنڈت نہرو چینی خطرہ کا پروپیگنڈہ کر کے امریکہ سے فوجی امداد بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ چین کی سرحد پر بھارت کی صرف ۱۲ فی صد فوج ہے لیکن پاکستان کی سرحدوں پر ۸۰ فی صد۔ اس سے صاف

ظاہر ہے کہ چین سے بھارت کو خطرہ نہیں بلکہ اصل خطرہ بھارت سے پاکستان کو ہے۔ اور اگر امریکہ سے بھارت کو فوجی امداد بھی ملنے لگے تو پاکستان کی سلامتی خطرہ میں پڑ جائے گی۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان اختلاف کا سب سے بڑا سبب کشمیر کا مسئلہ ہے جس کو پاکستان کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق اور جمہوری طریقہ سے حل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن بھارت کی روش اس کے برعکس ہے۔ کشمیر کی وجہ سے دونوں ملک اپنے بجٹ کا ایک بڑا حصہ دفاع پر خرچ کرتے ہیں، اور دونوں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پڑی ہوئی ہیں۔ یہ صورت حال نہ صرف خطرناک ہے بلکہ اس کی وجہ سے وہ کثیر مالی امداد بھی ضایع ہو جائے گی جو امریکہ اس حصہ میں قیام امن اور تعمیر و ترقی کے لیے دے رہا ہے۔ صدر ایوب نے جب صحیح حالات سے آگاہ کر دیا تو صدر کینیڈی نے پاکستان کے دفاعی استحکام اور اس کی سالمیت اور آزادی کے تحفظ پر زور دیا اور یہ وعدہ کیا کہ امریکہ بھارت کو فوجی امداد نہیں دے گا۔ امریکی محکمۂ خارجہ نے بھی یہ واضح کر دیا کہ فوجی امداد کے قانون میں ترمیم کا مقصد افریقہ کے ان ملکوں کو اسلحہ فراہم کرنا ہے جو حال ہی میں آزاد ہوئے ہیں اور اس ترمیم کے تحت بھارت کو امداد نہ ملے گی۔ کشمیر کے بارے میں بھی صدر کینیڈی نے یہ یقین دلایا کہ امریکہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کا حامی ہے جن میں کشمیر میں رائے شماری کے لیے کہا گیا ہے اور یہ وعدہ کیا کہ وہ کشمیر کے مسئلہ پر نہرو سے گفتگو کریں گے اور اس کے متعلق پاکستان سے مصالحت کرنے کے لیے بھارت پر زور دیں گے کیونکہ جب تک یہ مسئلہ حل نہ ہوگا اس سے ہر وقت اور ہر قسم کے خطرات کا امکان رہے گا۔ امریکی حکومت نے بھی مسئلہ کشمیر کے پُر امن اور منصفانہ تصفیے میں مدد دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ جب یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش ہوگا تو امریکہ کی تائید حاصل ہوگی۔ صدر ایوب اور صدر کینیڈی کے درمیان گفت و شنید کے بعد جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا اس میں کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کی ضرورت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا جلد تصفیہ ہو جانے کی توقع ظاہر کی گئی اور کشمیر کے بارے میں امریکی پالیسی میں یہ تبدیلی بڑی خوش آیند ہے۔ امریکہ نے پاکستان کے ترقیاتی منصوبوں کے لیے مالی امداد میں اضافہ کرنے اور سیم و تھور کے استیصال کے لیے امریکی سرمایہ اور فنی مشورہ دینے کا بھی یقین دلایا ہے جس کی پاکستان کو شدید ضرورت ہے۔

مشترکہ اعلامیہ میں آزاد اقوام کے درمیان قریبی تعاون و مفاہمت کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ اور ان کی آزادی اور عالمی امن و سلامتی کے لیے ان قوموں کے درمیان اتحاد اور اجتماعی سلامتی کے انتظامات کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ یہ مقصد بہت اہم ہے اور اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب آزاد اقوام کی قیادت کرنے والا ملک امریکہ اپنی خارجہ پالیسی میں حلیف و حریف کے فرق کو ملحوظ رکھے اور اپنے حلیفوں کی امداد اور ان کے اہم مسائل کو خود اپنی امداد اور اپنا مسئلہ سمجھے۔ امریکہ پر یہ ذمہ داری اس کی قائدانہ حیثیت نے عائد کر دی ہے۔ بقول صدر محمد ایوب خاں امریکہ کے دوست جس قدر طاقتور ہوں گے امریکہ کی طاقت میں اسی قدر اضافہ ہو گا۔ امریکہ پر عالمی ذمہ داریاں عائد ہیں جن سے وہ بچ نہیں سکتا۔ ان ذمہ داریوں کو نظر انداز کرنا شدید خطرات کو مول لینا ہے۔ امریکہ کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ اگر حالات خراب ہو گئے اور حقیقی خطرہ کا سامنا ہوا تو ایشیا میں صرف پاکستان ہی ایسا ملک ہو گا جس پر امریکہ اعتماد کر سکے گا۔ اور صرف یہی ملک امریکہ کے دوش بدوش کھڑا ہو گا۔ بشرطیکہ امریکہ بھی اس کا ساتھ دیتا رہے۔ اور کسی صورت میں بھی کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے جو پاکستان کے مسائل کو دشوار بنا دے یا اس کی سلامتی کو خطرہ میں ڈال دے۔ اگر امریکہ ان باتوں کا لحاظ رکھے گا تو پاکستان سے اس کی دوستی روز افزوں اور مستحکم تر ہوتی جائے گی۔